بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ شمار نمبر 28/ برائے بتاریخ 23/ نومبر 2018 پیش خدمت ہے۔

نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی انقلابی جدوجہد اور ہم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ اما بعد۔ قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید۔
اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔
لقدمن اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم ایاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین صدق اللہ لعظیم

برادران اسلام!

ربیع الاول کی آمد کے ساتھ ہی ہر مسلمان کے دل کی کلی کھل اٹھتی ہے۔ دنیا بھر میں جہاں جہاں مسلمان بستے ہیں خوشی اور مسرت کی لہر دوڑ جاتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی نسبت کو اجاگر کرنے، آپ کے دامن سے از سر نو وابستہ ہونے، آپ کی سنتوں کو اپنانے اور آپ کی شریعت مطہرہ کو جدوجہد کا عنوان بنانے کے لیے ہر طرف وعظ و تلقین کی گونج سنائی دیتی ہے۔اور پھر ربیع الاول اپنے تک ہی محدود نہیں رہتا، ربیع الثانی بھی ربیع الاول نظر آتا ہے کیونکہ جشن ولادت اور سیرت کے حوالے سے مختلف پروگراموں کا ایک طویل سلسلہ چل پڑتا ہے ۔ جس کثرت اور جس اہتمام کے ساتھ ہمارے یہاں سیرت کے جلسے اور محافل منعقد ہوتی ہیں اس کا حاصل تو یہ ہونا چاہیے کہ پوری امت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چھوڑے ہوئے مشن کو انجام دینے میں سرگرم عمل ہو جائے۔

ربیع الاول کے اس مہینہ میں امت کے ہر فرد کو یہ بھولا ہوا سبق یاد کرنے کی ضرورت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدوجہد کا مرکزی نکتہ کیا تھا۔

برادران اسلام! کسی معاشرے میں نبی کی بعثت نظاموں کی کشمکش کو جنم دیتی ہے۔ موجود نظام اور قائم شدہ معاشرہ جہالت، شرک وبت پرستی اور ظلم کے ہر عنوان کو اپنے اندر سموئے ہوتا ہے جبکہ نبی بندوں کو

بندوں کی غلامی سے نکال کر بندوں کے رب کی طرف بلانے کی دعوت پیش کرتا ہے۔ اس طرح نظاموں کی یہ آویزش دور و نزدیک ہر شے کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔ پرانا نظام اپنے تحفظ اور بقا کی جنگ ہر مورچے اور محاذ پر لڑتا ہے، اور نبی کا پیش کردہ نظام نعرے کے مقابلے میں نعرہ، فلسفے کا متبادل فلسفہ، نظریے کا توڑ نظریہ، جدوجہد کے مقابلے میں جدوجہد، نیز استقامت، اولوالعزمی اور صبر و حوصلہ کے چراغ روشن کرتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جس معاشرے میں بعثت ہوئی وہ معاشرہ ان تمام خرابیوں اور برائیوں کی آماجگاہ تھا جس کا تصور انسان ہونے کے ناطے کیا جاسکتا ہے۔ آپ کی مخالفت کرنے والے آپ کی ذات سے تو تعلق رکھتے تھے اور نباہ بھی کرنا چاہتے تھے، صادق و امین کہتے تھے لیکن وحی الٰہی کی بنیاد پر آپ جس تبدیلی اور تزکیے کی طرف بلا رہے تھے وہ پرانے آباؤاجداد کے دین اور ہر رسم و رواج کو نگل جانے والا نظام تھا لہٰذا جو لوگ آپ کی مخالفت کر رہے تھے، سوچ سمجھ کر کر رہے تھے، جانتے بوجھتے ایسا کر رہے تھے اور اپنے نظام کے ٹمٹماتے چراغ کا بہر قیمت تحفظ چاہتے تھے۔ اسی طرح جو آپ کے ہمنوا بن کر اٹھے اور آپ پر ایمان لائے وہ بھی دل کی گہرائی سے اس کشمکش کا حصہ بن گئے تھے۔ تبھی تو یہ ممکن ہو سکا کہ انھیں آگ کے انگاروں پر لیٹنا بھی گوارا تھا۔

اس سلسلے میں ایک اہم بات یہ ہے کہ نظاموں کی کشمکش میں جس طرح قائم شدہ نظام کا دفاع کرنے والوں کو ایک ٹیم اور معاشرے کی پشتیبانی درکار ہوتی ہے اسی طرح نیا نظام جن دعووں، مقاصد اور اہداف کے لیے اٹھا ہو، اسے بھی اپنی تائید اور اپنے موقف کو واشگاف کرنے کے لیے ایک ٹیم درکار ہوتی ہے۔ اس لیے ہر نبی پرانے انسانوں میں سے نئے انسان تلاش کرتا ہے، پرانے معاشرے میں سے نئے معاشرے کو اٹھاتا ہے اور پرانے عمر بن خطاب میں سے نئے حضرت عمر فاروقؓ جنم لیتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے نتیجے میں جو نئے انسان دریافت ہوئے، پرانے اور بوسیدہ معاشرے ہی سے تازہ ہوا کے جھونکے آنے شروع ہوئے۔ گویا 'پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے'، تبدیلی و انقلاب کی یہ لہر جس نے

پرانے سانچوں کو توڑ پھوڑ دیا، جاہلیت کے ایوانوں میں کھلبلی مچادی، افراد کی سطح پر نقطہ نظر بدلا، سوچ کے زاویے بدلے، زاویہ ہائے نگاہ بدلے، زندگی اور اس کی ترجیحات بدلیں، اس کے ساتھ اجتماعیت کے اسلوب بدلے۔ دعوت اور طریق دعوت نے تربیت اور تعمیر سیرت کے نئے چراغ روشن کیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گئے گزرے اور ان پڑھ و گنوار لوگوں کو رہتی دنیا تک آنے والے انسانوں کا رہنما اور ان کے کردار اور سیرت کو تاریخ کے ہر دور کے لیے روشنی کا مینار بنایا۔ قرآن پاک اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ آپ کی طبیعت کی نرمی اور گداز اور آپ کے اسلوب کی خیر خواہی نے انسانوں کو انسانیت کش راہوں سے روکا، آگ میں گرنے والے لوگوں کو فلاح اخروی کا راستہ دکھایا اور انھیں ایک بڑے مقصد کے لیے آمادہ و تیار کیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم ایاتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین(اٰل عمران)

"در حقیقت اہل ایمان پر تو اللہ نے یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان خود انھی میں سے ایک ایسا پیغمبر اٹھایا جو اس نے کی آیات انھیں سناتا ہے، ان کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے، حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ صریح گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے۔"

جہاں قرآن ایک طرف یہ بتاتا ہے کہ آپ کس طرح قرآن پاک کی طرف لوگوں کی بلاتے رہے، نفوس کا تزکیہ کرتے اور کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے رہے وہیں دوسری طرف قرآن پاک گواہی دیتا ہے۔

فبمارحمۃ من اللہ لنت لھم ولوکنت فضا غلیظ القلب لانفضوامن حولک(اٰل عمران)

(اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کے لیے بہت نرم مزاج واقع ہوئے ہو ورنہ اگر تم تندخو اور سنگ دل ہوتے تو یہ سب تمھارے گردوپیش سے چھٹ جاتے۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت خاص سے آپ کے اندر نرمی ڈال دی تھی جو لوگوں کی توجہ کا مرکز اور انھیں جذب وانجذاب کے مراحل سے گزارنے کا باعث بنی۔

مکے میں اگر آپ کی دعوت کا محور ایمان باللہ، ایمان بالاخرت اور توحید و رسالت تھا اور بحیثیت داعی الی اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گتھیوں کو سلجھانے، ایمان کی دعوت دل نشیں پیرائے میں دل میں اتارنے اور قلب و نظر کی دنیا کو فتح کرنے میں مصروف تھے تو مدینے میں اسلامی ریاست کی تشکیل کے ذریعے حکومت الٰہیہ کے قیام سے اسلام کو مقتدر اور فرمانروا بنانے کی جدوجہد میں سراپا متحرک نظر آتے ہیں۔ مکہ میں اگر توحید پر مرمٹنا، احد احد پکارنا اور اسی پر جم جانا دعوت تھی تو مدینے میں اللہ کی سرزمین پر اللہ کی حاکمیت کا قیام اور اسی کا نظام دعوت قرار پایا تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبی آخر الزماں ہیں، نبوت کا سلسلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام ہوا۔ اب کوئی نبی نہیں آنا ہے۔ قرآن پاک کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے لیا ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور شریعت بھی محفوظ ہے۔ اب قیامت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت آپ کی قائم مقام ہے۔ فرمایا:كنتم خير امة اخرجت للنا س تامرون بالمعروفوتنهون عن المنكر وتومنون بالله(آل عمران)

"اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانیت کی ہدایت و اصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔"

جس مشن کو لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے اور اس کو اعلیٰ ترین صورت میں پورا کیا، پوری امت کی ذمہ داری ہے کہ اس مشن کی علمبردار بنے۔

واقعات میں آتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے واپس لوٹے، حضرت فاطمہؓ نے بڑھ کر دروازہ کھولا، آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا، آپ کو لے کر بیٹھ گئیں اور آپ کا سر دھونے لگیں تاآنکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو احساس ہوا جیسے فاطمہؓ رو رہی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر بیٹھ گئے اور پوچھا فاطمہؓ کیا بات ہے، کیوں روتی ہو؟ حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے بالوں کو دھول میں اٹا ہوا دیکھتی ہوں، آپ کے بدن پر پیوند لگے کپڑے اور وہ بھی گردآلود دیکھتی ہوں، آپ کے

چہرہ انور پر تھکن کے آثار دیکھتی ہوں، بیٹی ہوں رونا آگیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو فرمایا کہ فاطمہؓ گریہ وزاری نہ کر، اس لیے کہ تیرے باپ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک ایسے منصب پر مامور کیا ہے، ایک ایسا مشن اس کے حوالے کیا ہے جس کے نتیجے میں یہ دین وہاں وہاں پہنچے گا جہاں جہاں سورج کی کرنوں کی پہنچ ہے اور یہ دین غالب ہو کر رہے گا خواہ کوئی عزت کے ساتھ قبول کرے یا ذلت کے ساتھ قبول کرے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غلبہ دین کی بشارت بھی سنا رہے ہیں اور رہتی دنیا تک اپنی امت کو جدوجہد و کشمکش مول لینے کا خوگر بھی بنا رہے ہیں۔ لہٰذا اقامت دین یا غلبہ دین کے اس مشن کو لے کر اٹھنا، دعوت الی اللہ کا سراپا بننا اور بندوں کو بندوں کی غلامی سے نکال کر ان کے رب کی طرف بلانا، یہی راستہ ہے جو ایمان کی پکار پر لبیک کہنے کا راستہ ہے اور ظلم وجور اور ناانصافی کی طویل رات کو سحر کرنے کا راستہ ہے۔

شب گریزاں ہو گی آخر جلوہ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمہ توحید سے

ہر محبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بھی واجب ہے کہ وہ حقیقتاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام بردار بنے اور پوری امانت داری کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو حقیقت کے متلاشیوں تک پہنچائے اور دنیا میں پھیلا دے۔ آج دنیا ایک گاؤں بن گئی ہے، جس میں انفرادی و اجتماعی ربط و تعلق کے ذرائع اپنے عروج کو پہنچ چکے ہیں۔ اس بنا پر ہمارے لیے ممکن ہے کہ ہم رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کو دنیا کے تمام گوشوں میں پھیلا دیں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نور تمام دنیا میں پھیل جائے۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ قف عَلٰى بَصِیْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ ط وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ

"کہہ دو کہ میرا راستہ تو یہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، میں خود بھی پوری روشنی میں اپنا راستہ دیکھ رہا ہوں اور میرے ساتھی بھی، اور اللہ پاک ہے اور شرک کرنے والوں سے میرا کوئی واسطہ نہیں"۔ (آل عمران)

آج بیش تر مسلمان یہ پوچھتے ہیں کہ کیا اس دور میں دین اسلام غالب آسکتا ہے؟ کیا اسلامی نظام کا بھی دنیا میں نافذ ہونے کا کوئی امکان ہے؟ علامہ اقبال کے الفاظ میں:

خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تو، زباں تو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تو ہے

یہ سوال دراصل پست ہمتی اور مرعوبیت کی علامت ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کی زندگیاں ہمت وجرائت مندی، استقلال واستقامت اور عزم و یقین کا پیکر تھیں۔ جو قرآن وسنت اور سیرت مصطفےٰ صلی اللہ وسلم کا پڑھنے والا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت رکھنے والا ہو اور جس کا یقین محکم ہو، وہ حالات کی سنگینی کے باوجود ایسے سوال ذہن سے جھٹک کر عمل کے میدان میں سرگرم ہو جاتا ہے، کیونکہ اللہ نے انسان کو جدوجہد کا مکلف ٹھہرایا ہے، نتائج کی ذمہ داری اس پر نہیں ڈالی۔ جو شخص اپنے حصے کا کام کرلیتا ہے، اسے یقین ہوتا ہے کہ جس آقا کی اس نے مزدوری کی ہے، وہ حقِ خدمت سے زیادہ معاوضہ تو دیتا ہے، کم کبھی نہیں دیتا۔ دنیا میں باطل کے طوفان ہمیشہ اٹھتے رہے ہیں، لیکن ان کا منہ موڑنے کے لیے پر عزم اور یقین محکم سے سرشار مردانِ کار کی ضرورت ہوتی ہے، خواہ وہ تعداد میں تھوڑے ہی کیوں نہ ہوں۔

اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے: "بارہا ایسا ہوا ہے کہ ایک قلیل جماعت، اللہ کے اِذن سے ایک بڑے گروہ پر غالب آگئی۔ اللہ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے"۔ (البقرۃ)

اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ اور آپ کی کی جدوجہد سے پیام حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ وآخر الدعوان ان الحمد للہ رب العالمین۔